مصنوعی بالوں کا استعمال اور ہیئر ٹرانسپلانٹیشن

حافظ مبشر حسین لاہوری ☆

حُسن و جمال انسان کی فطرت میں داخل ہے۔ عورت ہی نہیں مرد کی بھی یہ فطرت ہے کہ اسے خوبصورتی، پاکیزگی اور نفاست و طہارت سے محبت ہوتی ہے۔ حُسن و جمال کے سلسلہ میں اسلامی تعلیمات مبنی براعتدال رہنمائی پر مشتمل ہیں۔ اسلام میں ایک طرف تو حُسن و جمال اختیار کرنے کی یہ کہہ کر ترغیب دلائی گئی کہ: ﴿ان اللہ جمیل و یحب الجمال﴾(۱) (اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے)، اور دوسری طرف حُسن و جمال کی خاطر فطرتی امور میں تبدیلی کو تغیر لخلق اللہ اور شیطانی عمل قرار دے کر سختی سے اس سے منع کر دیا گیا۔(۲)

انسان کی خوبصورتی میں سر کے بالوں کو جو اہمیت حاصل ہے وہ کسی سے مخفی نہیں، بلکہ یہ کہنے میں کوئی مبالغہ نہ ہوگا کہ کسی شخص کے سر کے بال اگر جھڑ جائیں یا دوسرے لفظوں میں کوئی شخص اگر گنجا ہو جائے تو اس کی آدھی قدر و اہمیت ہی ختم ہو کر رہ جاتی ہے اور ویسے بھی گنجے پن کو ہمیشہ ایک عیب سمجھا جاتا رہا ہے جس کے ازالہ کے لئے نہ صرف طبی میدان میں مختلف کوششیں ہوتی رہیں، اس پر قابو پانے کے لئے مصنوعی طور طریقوں کو بھی اختیار کیا جاتا رہا ہے۔ وِگ (Wig) کی مختلف بدلتی شکلوں سے لے کر جدید ہیئر یونٹس (Hair Units / Pieces) تک اور بالوں کو مضبوط، گھنا اور لمبا بنانے کے مختلف ادویات اور کریموں سے لے کر ہیئر ٹرانسپلانٹیشن (بالوں کی پیوندکاری / Hair Transplantation) تک کے مختلف مراحل انہی مصنوعی اور طبی کوششوں کی مثالیں ہیں۔

عصرِ حاضر میں گنجاپن کے ازالہ کے لئے ان مصنوعی و طبی طور طریقوں کی اہمیت بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ ان طور طریقوں کو اختیار کرنے اور ان سے مستفید ہونے کے سلسلہ میں ہمارے لئے بحیثیت مسلمان شرعی حدود و ضوابط کی پاسداری بھی ازبس ضروری ہے۔ آئندہ سطور میں راقم الحروف گنجاپن کے اسباب و وجوہات، مصنوعی و قدرتی بالوں کے استعمال اور ہیئر ٹرانسپلانٹیشن (بالوں کی

☆ ریسرچ اسکالر آف اسلامک ریسرچ کونسل / اسسٹنٹ ایڈیٹر ماہنامہ ''محدث'' لاہور

پیوندکاری) کے عمل کی شرعی حیثیت اور متعلقہ صورتوں میں طہارت و پاکیزگی اور دیگر عبادات کے حوالہ سے پیدا ہونے والے امور کا قرآن و سنت کی روشنی میں جائزہ لے گا، ان شاء اللہ۔

گنجا پن (بالچر/بالخورہ) کیوں ہوتا ہے؟

سر کے بال دراصل جلد کا ایک زائد حصہ ہیں جنہیں طبی اصطلاح میں ''بالوں کے غدود'' کہا جاتا ہے۔ انسانوں اور جانوروں کی جلد پر موجود یہ بال ایک طرح کے بے جان تنے ہوتے ہیں جب کہ انہی بالوں کی جڑیں جو جلد کے اندر پیوست ہوتی ہیں، زندہ اور فعال ریشوں (Fibers) کی حیثیت رکھتی ہیں اور یہ اعصاب اور خون کے ذریعے اپنی غذا اور توانائی حاصل کرتی ہیں جس کی وجہ سے تنوں کی طرح موجود یہ بال بڑھتے یا مختلف اثرات قبول کرتے رہتے ہیں۔ اسی طرح جسم اور جلد میں پیدا ہونے والی مختلف فعلیاتی اور مرضیاتی تبدیلیوں کا بھی بالوں کی جڑوں پر بڑا گہرا اثر مرتب ہوتا ہے جس کے نتیجہ میں نہ صرف بال گرنے اور کمزور ہونے لگتے ہیں بلکہ بسا اوقات مستقل گنجاپن کی شکایت بھی لاحق ہو جاتی ہے۔[۳]

ماہرین طب بال گرنے کے مختلف اسباب بیان کرتے ہیں اور ان کے بقول تقریباً یہ تمام اسباب بنیادی طور پر انسانی جسم کی اندرونی بیماریوں، جینیاتی تبدیلیوں اور غذا کے غلط استعمال سے پیدا ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں بعض اطبا کے بقول بیرونی طور پر بال رنگنے اور مختلف ہیئر اسٹائل اپنانے کے لئے کیمیکلز اور کریموں کا استعمال بھی نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فنکار و اداکار لوگ جو مختلف کیمیکلز کی مدد سے بالوں کی ظاہری حالت و ہیئت میں آئے دن تبدیلیاں کرتے رہتے ہیں، ان کے بال دوسرے لوگوں کی نسبت بہت جلد گر جاتے ہیں۔ اطبا نے بال گرنے کے جو اہم اسباب گنوائے ہیں، وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ مختلف جلدی بیماریاں

۲۔ ذیابیطس

۳۔ وائرس کا انفیکشن

۴۔ شدید امراض کا حملہ

۵۔ تھائرائڈ ہارمون کی کمی یا

۶۔ تھائرائڈ گلینڈ کی خرابی

۷۔ جسم میں سلیکون کی کمی

۸۔ غیر متوازن غذا بالخصوص سبزیوں کا کم استعمال

۹۔ بالوں کی جڑوں کا کمزور یا مردہ ہو جانا

۱۰۔ منصوبہ بندی کی گولیوں کا استعمال

۱۱۔ بعض ادویات کا ردِعمل

۱۲۔ شدید ذہنی دباؤ اور پریشانی

۱۳۔ خراب صابن/شیمپو کا استعمال

۱۴۔ ضرورت سے زیادہ ہیئر ڈرائر کا استعمال

۱۵۔ بالوں کی رنگت بدلنے اور ان کی بناوٹ سجاوٹ کے لئے کیمیکلز، مصنوعی رنگوں اور کریموں کا استعمال۔[۴]

بال گرنے کے مذکورہ بالا اسباب میں سے بعض اسباب عارضی اور وقتی نوعیت کے ہیں جن کے علاج معالجہ کی بھی کوئی خاص ضرورت نہیں ہوتی، جب کہ بعض اسباب علاج اور توجہ کے محتاج ہیں اور بعض ایسے بھی ہیں جنہیں اطبا ناقابل علاج قرار دیتے چلے آئے ہیں۔ مستقل یا ناقابل علاج گنجے پن کا سبب بالوں کی جڑوں کا مردہ اور ختم ہو جانا بتایا جاتا ہے۔ ایسا عموماً عمر میں اضافے اور بڑھاپے کی وجہ سے ہوتا ہے۔[۵]

ایک محتاط اندازے کے مطابق انسانی کھوپڑی میں موجود بالوں کی تقریباً ایک لاکھ جڑیں ہوتی ہیں اور یہ تعداد اللہ تعالیٰ نے ماں کے پیٹ ہی میں طے کر دیتے ہیں۔ پیدائش کے بعد ان کی تعداد میں اضافہ نہیں ہوتا۔ چنانچہ عمر میں اضافے اور جسم میں انحطاطی تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ ان کی تعداد بھی گھٹنے لگتی اور گنجاپن ظاہر ہونے لگتا ہے۔ گویا جس طرح عمر میں اضافے اور بڑھاپے میں داخل ہونے کے بعد دیگر جسمانی اعضا میں کمزوری شروع ہوجاتی ہے، اسی طرح بالوں کی جڑیں بھی کمزور ہونے لگتی ہیں۔ ایسا عموماً بڑھاپے کے اثرات کی وجہ سے ہوتا ہے لیکن کسی اور بیماری کی وجہ سے نوجوانی ہی میں بالوں کی جڑیں کمزور یا مردہ ہوسکتی ہیں۔

گنجاپن کی اس آخری صورت کو ایک وقت تک ناقابل علاج خیال کیا جاتا رہا ہے کیونکہ اس میں بالوں کی وہ جڑیں ہی مردہ ہو جاتی ہیں جن پر سر کے بالوں کا دارومدار ہوتا ہے اور ان جڑوں کو پھر سے زندہ کر دینے کی قوت اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کے پاس نہیں۔ اس لئے قدیم اطبا نے اسے ناقابل علاج قرار دے دیا۔ لیکن میڈیکل سائنس میں ترقی کے بعد اطبا نے اس مرض کا یہ حل

دریافت کیا کہ مردہ جڑوں کی جگہ اگر نئی جڑیں لگا دی جائیں تو سر کے گنجے حصہ (Bald-Area) میں پھر سے بال اُگ سکتے ہیں۔ اسی دریافت کو میڈیکل سائنس میں ہیئر ٹرانسپلانٹیشن (بالوں کی پیوند کاری Hair Transplantation) کا نام دیا گیا۔ اس طریقۂ کار کی تفصیل اور شرعی حیثیت آئندہ سطور میں آ رہی ہیں۔

ہیئر ٹرانسپلانٹیشن / Hair Transplantation (بالوں کی پیوندکاری)

میڈیکل سائنس میں جس طرح وقت کے ساتھ ساتھ دیگر بیماریوں کے اسباب و وجوہات اور ان کے تدارک کے لئے علاج معالجہ کے مختلف مؤثر طریقوں پر تحقیقات ہوتی رہیں، اسی طرح گنجے پن کے عارضی و دائمی اسباب اور ان کے سدِباب کے مختلف طریقوں پر بھی مسلسل غور و خوض اور تجربات ہوتے رہے۔ جب سائنس دان یہ کھوج لگانے میں کامیاب ہوگئے کہ بالوں کی جڑوں کے مردہ ہو جانے کی وجہ سے مستقل گنجاپن ہو جاتا ہے تو اب اس کے علاج کے لئے ان کے سامنے دو ہی راستے تھے۔ ایک تو یہ کہ انہی جڑوں کو وہ کسی طرح زندہ کر دیں یا پھر دوسرا یہ کہ اسی طرح کی مضبوط جڑیں جسم کے کسی اور حصہ سے حاصل کر کے انہیں ان مردہ جڑوں کی جگہ پیوست کر دیا جائے۔

اب مردہ جڑیں پھر سے زندہ کرنے کی قدرت تو وہ رکھتے نہ تھے، اس لئے انہوں نے اس سلسلہ میں دوسرے پہلو کو اپنی تحقیقات کا محور بنایا پھر انہیں معلوم ہوا کہ جسم کے تمام بالوں کے مقابلہ میں سر کے بال اور سر کے اگلے حصہ کے بالوں کے مقابلہ میں پچھلے حصہ کے بالوں کی جڑیں زیادہ مضبوط اور طاقت ور ہوتی ہیں۔ چنانچہ انہی جڑوں کو حاصل کر کے گنجی چندیا (Bald-Scalp) میں پیوست کر کے بال اُگانے پر تجربات ہونے لگے۔ اس سلسلہ میں آج سے تقریباً ۴۰ / ۵۰ سال پہلے تک جو مختلف ملکوں میں بالوں کی پیوندکاری کے طریقے سامنے آئے، وہ یہ تھے:

1. Punch Grafting, 2. Scalp Reduction, 3. Flap

مذکورہ تینوں طریقوں میں سر کے پچھلے حصہ اور اطراف سے جڑوں سمیت بال لینے کے لئے مطلوبہ مقدار میں جلد کو چھیل کر علیحدہ کر لیا جاتا اور پھر پہلے طریقہ کے مطابق سر کے گنجے حصہ میں سوراخ کر کے ان جڑوں کو قطاروار اس طرح لگا دیا جاتا جس طرح فصل اگائی جاتی ہے اور پھر جب یہ بال اگتے تو دیکھنے میں اس طرح معلوم ہوتے جس طرح چاولوں کی پنیری۔

دوسرے طریقہ (Scalp-Reduction) کے مطابق گنجے حصہ کی جلد کو کاٹا جاتا اور پچھلے حصہ سے حاصل کردہ بال فاصلہ دے کر اس میں پیوست کر دیئے جاتے۔ تیسرے طریقہ (Flap) میں بھی اسی سے ملتا جلتا انداز اختیار کیا جاتا، تاہم اس میں پچھلے حصہ کی حاصل کردہ جلد کو سر کے بالکل اگلے حصہ میں لگا دیا جاتا تاکہ بال جب زیادہ بڑھ جائیں تو انہی کی مدد سے گنجے حصہ کو بھی چھپایا جا سکے۔ یہ تینوں طریقے کافی پیچیدہ اور تکلیف دہ تھے بلکہ اتنی مشقت اٹھانے کے باوجود گنجے حصہ میں اگنے والے بال کریہہ المنظر ہی دکھائی دیتے تھے۔[۶]

پلاسٹک سرجری میں ترقی، نت نئے سائنٹفک آلات کی ایجاد، اور گزشتہ تجربات سے استفادہ کی بدولت گزشتہ ۱۰ / ۱۲ سالوں سے بالوں کی پیوندکاری کا عمل کافی حد تک کامیابی سے ہمکنار ہو چکا ہے اور اس کے جو کوئی مضر اثرات تھے، ان پر بھی کسی حد تک قابو پا لیا گیا ہے۔ اب بالوں کی پیوندکاری کا جو جدید، مؤثر اور غیر مضر طریقہ اختیار کیا گیا ہے، اسے Single Hair Follicular کا نام دیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ سر کی پشت سے حسب ضرورت بالائی جلد (Upper Skin) جس میں بالوں کی جڑیں ہوتی ہیں، کا ایک سے دو اڑھائی انچ لمبا اور آدھا انچ چوڑا ٹکڑا چھیل کر الگ کر لیا جاتا ہے جب کہ سر کی باقی جلد کو اس جگہ سے ٹانکے لگا کر آپس میں سی دیا جاتا ہے۔ یاد رہے کہ یہ عمل بے ہوشی کے بغیر متعلقہ جگہ کو سن کر کے کیا جاتا ہے اور متعلقہ زخم دو تین ہفتوں میں مرہم پٹی کے بعد مندمل ہو جاتا ہے اور زخم کا نشان بالوں میں چھپ جاتا ہے جو تلاش کئے بغیر دکھائی نہیں دیتا۔ حاصل کردہ اس جلد کے دو انچ ٹکڑے میں ۵ سے ۶ ہزار تک بال ہوتے ہیں جنہیں انفرادی یونٹ کی حیثیت سے الگ الگ کر لیا جاتا ہے۔ یہ یونٹ ایک سے چار بالوں تک ہوتے ہیں۔ پھر جدید ٹیکنالوجی کے ذریعے انتہائی مہارت کے ساتھ حاصل کردہ بالوں کی جڑوں کو سر کے گنجے حصہ میں فاصلہ دے کر پیوندکاری کر دی جاتی ہے، جہاں یہ قدرتی بالوں کی طرح اُگنا شروع کر دیتا ہے۔ اگرچہ پہلے مرحلہ پر پیوند کردہ بال گر جاتے ہیں مگر ان کی جڑیں جلد میں پیوست رہتی ہیں۔ پھر تین ماہ بعد یہ جڑیں نئے بال اُگانا شروع کر دیتی ہیں اور چھ ماہ بعد سر پر نئے بال اُگ چکے ہوتے ہیں اور اب یہ ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے انسان کے قدرتی بال! یعنی انہیں حسب خواہش کٹوایا بھی جا سکتا ہے، بالوں کا سٹائل بھی تبدیل کیا جا سکتا ہے بلکہ اگر سر منڈوا دیا جائے تو بال پھر سے اُگ آتے ہیں۔ چونکہ بالوں کی یہ جڑیں سر کے پچھلے حصہ سے حاصل کی گئی ہوتی ہیں جو انتہائی طاقت ور اور دیرپا ہوتی ہیں اس لئے سالہا سال بلکہ ماہرین کے بقول زندگی بھر یہ بال نشوونما پاتے رہتے

ہیں۔(۷)

یاد رہے کہ پیوندکاری کا سارا عمل ۳ سے ۶ گھنٹوں میں مکمل ہو جاتا ہے اور پیوندکاری کے بعد سر کے پچھلے حصہ کے زخم کی ادویات کے علاوہ اور کوئی ادویات بھی نہیں دی جاتیں اور سر کا یہ زخم دو، تین ہفتوں میں مندمل ہو جاتا ہے۔ تاہم اس سارے عمل (Procedure) کے لئے انتہائی مہارت اور مخصوص سائنٹفک آلات کی ضرورت ہوتی ہے۔

پیوندکاری کے مضر اثرات

ماہرین کے بقول بالوں کی پیوندکاری کے مذکورہ بالا جدید طریقے میں کوئی خاص مضر پہلو نہیں ہے، تاہم اس سلسلہ میں درج ذیل پہلو قابل غور ہیں:-

۱۔ انسان کے اپنے ہی جسم کے بالوں کی پیوندکاری اکثر لوگوں کو موافق آجاتی ہے لیکن جسے یہ موافق نہ آئے اسے مختلف ادویات دی جاتی ہیں تاکہ اس کا جسم اس نئی تبدیلی کو قبول کر سکے۔ اگر بالفرض جسم ان نئی پیوست کردہ جڑوں کو قبول نہ کرے تو پھر نئے لگائے گئے بال خود بخود جھڑ کر ختم ہو جاتے ہیں اور ان کی جڑیں بھی مردہ اور ناکارہ ہو کر ضائع ہو جاتی ہیں۔

۲۔ بالوں کی جڑیں حاصل کرنے کے لئے سر کے پچھلے حصہ سے حسب طلب دو، اڑھائی انچ جلد کاٹ کر الگ کی جاتی ہے اور جلد کے باقی کنارے ٹانکے لگا کر سی دیئے جاتے ہیں۔ اس طرح بالوں کی پیوندکاری کروانے والے شخص کو ایک ہفتہ سے لے کر ایک ماہ تک زخم کی تکلیف بھی برداشت کرنا پڑتی ہے۔

۳۔ اس نئی تبدیلی کی وجہ سے ایک عرصہ تک سر میں کھجلی اور اجنبیت کا احساس رہتا ہے مگر پھر صورت حال معمولی پر آجاتی ہے۔

۴۔ اس عمل میں ۲ سے ۸ ہزار تک نئے بال اگائے جا سکتے ہیں اس سے زیادہ نہیں جب کہ عام حالات میں انسان کے سر میں تقریباً ایک لاکھ بال ہوتے ہیں۔ اس سے بخوبی یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ بالوں کی پیوندکاری کا اصل فائدہ اسے ہی ہو سکتا ہے جس کا گنجاپن معمولی ہو مگر جس کے ۷۰، ۸۰ ہزار بال گر چکے ہوں اسے ۶، ۷ ہزار بال لگوا لینے سے کتنا فائدہ ہو سکتا ہے؟

۵۔ یہ طریق کار فی الحال غریب لوگوں کی پہنچ سے بہت دور ہے اس لئے کہ اس میں ۶۰ / ۷۰ ہزار روپے سے لے کر ڈیڑھ لاکھ روپے تک لاگت آتی ہے۔ ممکن ہے کہ آنے والے وقت

میں یہ سستا ہو جائے اور غریب عوام کے لئے بھی اس سے مستفید ہونے کی راہ نکل آئے۔

بالوں کی پیوندکاری کی شرعی حیثیت

واضح رہے کہ راقم نے نہ صرف اس موضوع سے متعلقہ لٹریچر کا براہ راست مطالعہ کیا ہے بلکہ ہیئر ٹرانسپلانٹیشن کے ماہرین اور بالوں کی پیوندکاری کروانے والے افراد سے بذات خود ملاقاتیں بھی کی ہیں۔ بالوں کی پیوندکاری سے متعلقہ تمام مراحل کا مشاہدہ کرنے کے بعد راقم اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ شرعی طور پر اس میں کوئی قباحت نہیں کہ انسان اپنے عیب کو چھپانے کے لئے اپنی ہی جلد کے ایک حصہ کے بال دوسرے حصہ میں لگوائے۔ علاوہ ازیں اسے تغیر لخلق اللہ بھی قرار نہیں دیا جا سکتا کیوں کہ انسان کی فطرتی تخلیق سر کے بالوں کے ساتھ ہے اور جس کے سر کے بال گر جائیں وہ علاج معالجہ کی راہ اختیار کرنے کا پورا شرعی حق رکھتا ہے اور بالوں کی پیوندکاری بھی ایک جدید طریق علاج ہے جو میڈیکل سائنس میں ترقی کی وجہ سے دریافت ہوا ہے اور اس کی تائید اس حدیث نبویؐ سے بھی ہوتی ہے:-

"ما انزل الله داء إلا انزل له شفاء" (۸)

(یعنی اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری ایسی پیدا نہیں کی جس کی شفا نہ اتاری ہو)۔

بالوں کی پیوندکاری کے ذریعے اگنے والے نئے بال چونکہ قدرتی بالوں کی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں اس لئے ان کی موجودگی میں طہارت، نماز اور حج و عمرہ وغیرہ کے حوالہ سے کوئی نیا شرعی مسئلہ پیدا نہیں ہوتا۔ البتہ اس میں صرف ایک چیز قابل غور ہے اور وہ ہے اس عمل کے لئے سر پر زخم لگوانا۔ لیکن یہ بھی اس لئے جائز معلوم ہوتا ہے کہ علاج معالجہ کے لئے اس طرح کے چھوٹے موٹے زخم اور تکلیفیں دیگر امراض کے طریقہ ہائے علاج میں بھی پائی جاتی ہیں اور جب انہیں علاج کی ضرورت یا حصہ سمجھ کر جائز تسلیم کیا جاتا ہے تو پھر اسے بھی جائز تسلیم کیا جانا چاہئے اور ویسے بھی جس شخص کی چند دنوں کی معمولی تکلیف کے بعد شخصیت بن جائے اور گنجے پن کی وجہ سے متاثر ہونے والی وجاہت پھر سے بحال ہو جائے، اسے نہ اتنی تکلیف کا کوئی احساس ہوتا ہے اور نہ ہی اس مقصد کے لئے ایک بڑی رقم صَرف کرنے کا کوئی افسوس لاحق ہوتا ہے۔

گنجاپن چھپانے کے مصنوعی طور طریقے

گنجاپن چھپانے کے لئے جو مختلف نان سرجیکل (Non-Surgical) یا مصنوعی طریقے اختیار

کئے جاتے ہیں، ان کی ایک صورت تو یہ ہوتی ہے کہ مختلف جانوروں کے بال اس مقصد کے لئے حاصل کئے جاتے ہیں یا پھر پلاسٹک وغیرہ سے مصنوعی طور پر بال تیار کر لئے جاتے ہیں اور اس کی دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ بال تو قدرتی (یعنی انسانوں ہی کے اترے ہوئے) ہوتے ہیں لیکن ان کے استعمال کو مصنوعی صورت دے دی جاتی ہے مثلاً وِگ، ہیئر یونٹ وغیرہ۔

مذکورہ بالا صورتیں بنیادی طور پر وِگ ہی کی جدید شکلیں ہیں۔ اس لئے ان کا شرعی حکم قریب قریب وہی ہوگا جو وِگ کا ہے اور وِگ کے استعمال کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ تو اس سلسلہ میں یاد رہے کہ اہل علم کی ایک بڑی تعداد اسے مطلق طور پر ناجائز اور کارِ گناہ قرار دیتی رہی ہے تاہم چند ایک علماء بعض صورتوں میں چند حدود و قیود کے ساتھ اس کے استعمال کو جائز بھی قرار دیتے ہیں۔ اس فقہی و شرعی بحث سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وگ اور اس سے ملتی جلتی چیزوں کی واقعاتی صورت کو واضح کر دیا جائے۔

ٹوپی، وِگ اور ہیئر یونٹ

گنجاپن چھپانے کے لئے لوگ عام طور پر ٹوپی استعمال کیا کرتے تھے اور جب وِگوں (Wigs) کی بہتات ہوگئی تو لوگوں نے ان کا استعمال شروع کر دیا اور جب مختلف ہیئر پیس اور ہیئر یونٹس ایجاد ہوئے جو قدرتی بالوں سے بڑھ کر خوبصورتی مہیا کرتے اور کنگھی کرنے یا کھینچنے کے باوجود سر سے الگ نہ ہوتے تو یہ نہ صرف گنجے بلکہ فیشن کے دلدادہ عام لوگوں کی توجہ کا بھی مرکز بن گئے۔

مذکورہ صورتوں میں سے ٹوپی والی صورت تو ایسی ہے جس کے جواز کے بارہ میں کوئی اختلاف نہیں کیا جا سکتا۔ یعنی کوئی شخص اگر گنجا ہو اور وہ لوگوں کے سامنے ہر وقت ٹوپی لئے رکھے تو از روئے شریعت اس کے اس عمل پر کوئی قدغن نہیں لگائی جا سکتی، تاہم از روئے طب اسے اس سلسلہ میں احتیاطی تدابیر پر ضرور عمل کرنا چاہیے۔

وِگ (Wig) کی صورت یہ ہوتی ہے کہ کسی پلاسٹک نما جھلی پر بالوں کو خاص سٹائل دے کر پیوست کر دیا جاتا ہے اور اسے سر پر رکھنے کے قابل بنا لیا جاتا ہے مگر ایسی وگ ہوا کے زور، جھکنے یا کھینچنے سے اُتر جاتی ہے جب کہ ہیئر یونٹ، وگ ہی کی ترقی یافتہ شکل ہے اور اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ایک پلاسٹک نما جھلی لی جاتی ہے اور حاصل کردہ قدرتی یا مصنوعی بالوں کو واٹر پروف لوشن کے ذریعے خاص سٹائل میں جھلی میں پیوست کر دیا جاتا ہے۔ یاد رہے کہ اس جھلی میں ہوا اور روشنی کے گزرنے اور پانی اور پسینے کے اخراج وغیرہ کے لئے چھوٹے چھوٹے مسام بھی ہوتے ہیں۔ اس جھلی

اور بالوں کے مجموعہ (جسے ہیئر یونٹ یا ہیئر پیس کہا جاتا ہے) کو سر پر چپکانے سے پہلے سر کی جلد کو پہلے سے موجود بالوں سے اچھی طرح صاف کر لیا جاتا ہے پھر اس ہیئر یونٹ کو انسان کے سر پر اس مضبوطی سے چپکا دیا جاتا ہے کہ یہ آسانی سے اترنے نہیں پاتی۔ ہیئر یونٹ استعمال کرنے کے دو طریقے ہیں:-

۱۔ ایک مخصوص لوشن کے ذریعے اسے جھلی کی طرف سے سر پر چپکایا جاتا ہے اور پھر ایک خاص مدت (ایک ماہ سے دو ماہ) کے بعد اسے اتارا جاتا ہے تاکہ سر کے بالوں کی اصل جڑوں سے اگر کچھ بال اُگ آئے ہیں تو انہیں پھر سے صاف کر دیا جائے۔ اس صورت میں مصنوعی بالوں (ہیئر یونٹ) کے اتارنے اور لگانے کا عمل معالج ہی کرتا ہے۔

۲۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ہیئر یونٹ کی جھلی کو سر کی جلد پر چپکانے کے لئے ڈبل سائیڈڈ ٹیپ استعمال کی جاتی ہے۔ اس ٹیپ کی ایک سائیڈ تو جھلی کے ساتھ چپکی ہوتی ہے جب کہ اس کی دوسری سائیڈ سر کی جلد کے ساتھ چپکا دی جاتی ہے۔ یہ صورت پہلی صورت کی نسبت آسان ہے اور اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ متعلقہ شخص اسے خود بھی حسب ضرورت اتار اور پہن (چپکا) سکتا ہے۔

ہیئر یونٹ اور مضر پہلو

طبی لحاظ سے ہیئر یونٹ کی مذکورہ بالا صورتوں کے مضر پہلوؤں کی کوئی خاص نشاندہی نہیں ہوسکی۔ ہیئر کلبز کے ذمہ داران کے بقول معمولی کھجلی اور ابتدائی طور پر رونما ہونے والی عارضی سی اجنبی کیفیت کے سوا اس کے کوئی مضر اثرات نہیں ہیں بشرطیکہ وہی لوشن، کیمیکل اور ٹیپ وغیرہ استعمال کی جائے جو اس مقصد کے لئے طبی اصولوں کے مطابق تیار کی گئی ہو۔

ہیئر یونٹ اور شرعی مباحث

ہیئر یونٹ جائز ہے یا نہیں؟

ہیئر یونٹ کے استعمال کے حوالہ سے سب سے پہلا سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کا استعمال جائز بھی ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں راقم الحروف کی تحقیق (جس کی تفصیلات آگے آ رہی ہیں) کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص کے سر کے بال بالکل غائب ہوں اور اس وجہ سے وہ معیوب سمجھا جاتا

ہو تو اپنے اس عیب کے ازالہ کے لئے اگر وہ وِگ یا ہیئر یونٹ وغیرہ استعمال کرنا چاہے تو اس کی گنجائش ہے بشرطیکہ کسی کو دھوکہ دینا مقصود نہ ہو ماسوائے اس کے کہ جنگی و جہادی نقطۂ نظر سے جاسوسی وغیرہ کی خاطر ایسا کیا جائے۔ لیکن ان دونوں صورتوں کے علاوہ نمود و نمائش، دھوکہ و فریب اور تحسین و تجمیل وغیرہ سے متعلقہ جملہ صورتوں میں وگ، ہیئر یونٹ اور ان سے ملتی جلتی مصنوعی چیزوں کا استعمال قطعی حرام ہے اس کی مزید تفصیل درج ذیل ہے:-

گنجاپن عیب ہے یا نہیں؟

سب سے پہلے گنجاپن کے بارے میں یہ فیصلہ کرنا ہو گا کہ یہ عیب ہے یا نہیں؟ اگر تو یہ عیب ثابت ہو جائے تو پھر اس کے ازالہ کے لئے کوئی بھی مناسب صورت اختیار کی جا سکتی ہے اور اگر یہ عیب ہی نہیں تو پھر اگلی بحث کا دروازہ کھولنے کی بھی ضرورت نہیں۔

میرے علم کی حد تک گنجاپن یقیناً ایک عیب ہے لیکن یہ ایسا عیب ہے جسے دور کرنا واجب یا ضروری نہیں۔ اسے یوں سمجھئے کہ کسی شخص کی پیدائشی طور پر ہاتھ کی چھ انگلیاں ہوں اور چھٹی (زائد) انگلی اس کے لئے تکلیف دہ نہ ہو تو اسے آپریشن کے ذریعے کٹوا دینا مباح ہے، ضروری نہیں، لیکن اگر یہی زائد انگلی اس کے لئے تکلیف دہ ثابت ہو رہی ہو تو پھر اسے کٹوانا ضروری ہے۔ اسی طرح گنجاپن کوئی ایسا عیب نہیں جو صحت بدن کے لئے مضر ہو۔ اس لئے اسے دور کرنا ضروری (واجب) نہیں تاہم اسے عیب قرار دیتے ہوئے 'مباح' کے درجہ میں اس کے ازالہ کی گنجائش ضرور موجود ہے۔

☆ گنجاپن کو عیب قرار دینے کی ایک دلیل تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی جس پیدائش کو **'احسن تقویم'** اور **'فطرة الله'** قرار دیا ہے، اس میں سر کے بال انسانی تاج کی حیثیت سے موجود ہوتے ہیں اور ماسوائے خاص بیماری یا بڑھاپے کے مرتے دم تک وہ اگتے اور بڑھتے رہتے ہیں اس لئے گنجے پن کو دور کرنے یا چھپانے کے لئے طبی یا مصنوعی طور طریقوں کو کم از کم **تغییر لخلق الله** قرار نہیں دیا جا سکتا بلکہ اگر غور کیا جائے تو قصد و ارادہ سے ہر وقت سر منڈوائے رکھنا **تغییر لخلق الله** قرار دیا جا سکتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہر وقت سرمنڈوائے رکھنے کو آنحضرت ﷺ نے ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے خوارج (ایک گمراہ فرقہ) کی علامت قرار دیا ہے۔[۹]

☆ گنجاپن کو عیب قرار دینے کی دوسری دلیل صحیح بخاری میں موجود وہ حدیث ہے جس میں ہے کہ بنی اسرائیل کے تین آدمیوں کو غربت کے علاوہ کوڑھ، گنجے پن اور اندھے پن میں مبتلا کر کے آزمایا گیا اور جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فرشتہ ان کے پاس گیا تو ان میں سے ہر ایک نے فقر کے

علاوہ اپنے اپنے عیب کے ازالہ کا بھی مطالبہ کیا۔ چنانچہ گنجے شخص نے اپنے گنجے پن کے عیب کے ازالہ کے لئے کہا: "شعر حسن و یذھب عنی ھذا قد قذرنی الناس---"(۱۰)، (مجھے خوبصورت بال مل جائیں اور میرا موجودہ عیب (گنجاپن) دور ہو جائے کیونکہ اس گنجے پن کی وجہ سے لوگ مجھ سے پرہیز کرتے ہیں تو فرشتے نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تو اللہ کے حکم سے اس کا عیب جاتا رہا اور اسے عمدہ بال حاصل ہوگئے)۔

اسی حدیث کے آخر میں ہے کہ جب فرشتے نے اللہ کے حکم سے اس کے لئے بددعا کی تو یہی کہا کہ اللہ کرے تو اپنی پہلی (یعنی گنجی) صورت ہی میں دوبارہ مبتلا ہو جائے۔ بہرحال اس روایت کا حاصل یہی ہے کہ گنجاپن ایک عیب ہے۔

ازالہ عیب کا جواز

یہ بات تو ثابت ہوگئی کہ گنجاپن ایک عیب ہے، باقی رہا ازالۂ عیب کے لئے مختلف تدابیر اور طریقہ ہائے علاج کو اختیار کرنا، تو یہ شرعاً جائز ہے۔ مثلاً طریقہ ہائے علاج کے سلسلہ میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "تداووا فان اللہ تعالیٰ لم یضع داء الاوضع لہ دواء غیر داء واحد الھرم" (علاج کرواؤ کیونکہ ایک بڑھاپا کے علاوہ کوئی بیماری ایسی نہیں جس کا اللہ نے علاج نہ اتارا ہو)۔(۱۱)

اور ازالۂ عیب کے لئے مختلف تدابیر اختیار کرنے کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں ہے کہ ایک صحابیؓ کی ناک کٹ گئی تو انہوں نے چاندی کی ناک لگوا لی مگر اس میں بدبو پیدا ہوگئی تو پھر آنحضرت ﷺ کے فرمان کے مطابق انہوں نے سونے کی ناک لگوا لی۔(۱۲)

یہی وجہ ہے کہ ازالۂ عیب کے لئے مختلف تدابیر اختیار کرنے اور گنجے پن کو چھپانے کے لئے وگ وغیرہ استعمال کرنے کی نہ صرف متاخر اہل علم نے اجازت دی ہے بلکہ متقدمین کے ہاں بھی اس کے جواز کی بحث ملتی ہے۔ مثلاً متقدمین میں سے امام شافعیؒ سمیت بعض شافعیؒ اور حنفی فقہاء نے مصنوعی بالوں (اور وگ وغیرہ) کے استعمال کو چند شرائط کے ساتھ جائز قرار دیا ہے۔(۱۳) اور متاخرین میں سے دکتور وھبہ الزحیلی اور شیخ محمد بن الصالح نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے مگر چند شرائط کے ساتھ۔

دکتور وھبۃ الزحیلی کا فتویٰ

مثلاً دکتور وھبہ الزحیلی رقم طراز ہیں کہ "واما الشعر الطاھر من غیر الآدمی والشعر الصناعی

فان لم يكن لها زوج ولا سيد فهو حرام ايضا وان كان لها زوج، فان فعلته باذنه جاز وان فعلته بغير اذنه لم يجز وعلى هذا يكون ارتداء الباروكة جائزا للرجل وللمرأة باذن زوجها"[۱۴] (اگر کوئی عورت شادی شدہ ہو تو وہ اپنے شوہر کی اجازت کے ساتھ مصنوعی بال یا انسانوں کے علاوہ کسی اور جاندار (مثلاً ماکول اللحم جانوروں) کے پاک بال استعمال کر سکتی ہے لیکن خاوند کی اجازت کے بغیر ان بالوں کو پہننا درست نہیں۔ اسی طرح مصنوعی بالوں کا استعمال اس عورت کے لئے حرام ہے جس کا شوہر نہیں اور جس لونڈی کا مالک (مرد آقا) نہیں اس کے لئے بھی ان کا پہننا حرام ہے۔ وِگ کے بارے میں بھی یہی حکم ہے لہذا وگ پہننا جائز ہے خواہ مرد پہنے یا عورت، البتہ عورت کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ اپنے خاوند سے اجازت لے کر پہنے)۔

دکتور وھبہ زحیلی کی نسبت شیخ محمد بن صالح العثیمین ؒ نے اس موضوع پر زیادہ صریح اور مدلل فتویٰ دیا ہے جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

شیخ ابن عثیمین ؒ کا فتویٰ

شیخ موصوف ؒ سے سوال کیا گیا کہ عورت اپنے خاوند کی رضامندی و اجازت کے ساتھ مصنوعی بال (وگ وغیرہ) استعمال کر سکتی ہے یا نہیں؟ اور کہیں ان کا استعمال 'واصلة و مستوصلة' والی احادیث کے تحت ممانعت میں تو داخل نہیں؟ شیخ اس کا جواب دیتے ہوئے رقمطراز ہیں:-

''وِگ وغیرہ کا پہننا حرام ہے اور یہ 'واصلہ' والی احادیث میں داخل ہے۔ اگرچہ یہ صریح طور پر وصل نہیں لیکن اس میں چونکہ ایک عورت کا سر اصل حقیقت سے اور دکھائی دیتا ہے، اس لئے 'وصل' سے ایک حد تک اس کی مشابہت ہو جاتی ہے اور نبی اکرم ﷺ نے 'واصلة' (یعنی بالوں کے ساتھ اور بال ملانے والیوں) اور 'مستوصلة' (بالوں کے ساتھ اور بال ملوانے کا فعل کروانے والیوں) پر لعنت کی ہے۔ البتہ اگر عورت کے سر پر بال موجود ہی نہ ہوں یا اسے گنجاپن کا مرض لاحق ہو جائے تو پھر اس عیب کو چھپانے کے لئے وگ وغیرہ کا استعمال جائز ہے، کیونکہ کسی بھی عیب کا ازالہ جائز ہوتا ہے۔ اسی لئے حضور نبی کریم ﷺ نے اس شخص کو سونے کی ناک لگوانے کی اجازت دے دی تھی جس کی ناک ایک جنگ میں کٹ گئی تھی بلکہ اس مسئلہ (ازالۂ عیب) میں اس سے کہیں زیادہ توسع پایا جاتا ہے اور تحسین و تجمیل اور پلاسٹک سرجری وغیرہ سے متعلقہ بہت سے مسائل اس میں زیر بحث آ سکتے ہیں۔ مثلاً پلاسٹک سرجری کی مدد سے ناک چھوٹی

کروانا--- وغیرہ وغیرہ۔

ان سب صورتوں میں سے جن صورتوں کا تعلق ازالۂ عیب کے ساتھ ہو وہ جائز ہیں مثلاً کسی کی ناک ٹیڑھی ہو تو وہ اسے سیدھی کروا سکتا ہے۔ اسی طرح کسی کے جسم پر سیاہ دھبے ہوں تو انہیں صاف کروانے میں کوئی قباحت نہیں۔ لیکن اگر یہ چیزیں ازالہ عیب کی بجائے محض فیشن کی خاطر اپنائی جائیں مثلاً بھنویں باریک کروانا، جسم میں گودائی وغیرہ کروانا--- تو پھر یہ صریح طور پر ممنوع ہیں۔ اسی طرح (ازالہ عیب سے ہٹ کر) اگر وگ وغیرہ استعمال کی جائے تو وہ بھی حرام ہے، اگرچہ عورت اپنے شوہر کی اجازت و رضامندی کے ساتھ ہی ایسا کرے۔ کیونکہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ حرام قرار دے دیں، وہ کسی اور کی اجازت و رضامندی سے حلال نہیں ہوسکتی"۔ (۱۵)

مصنوعی بال لگوانے کی ممانعت سے متعلقہ احادیث اور بعض شبہات کا ازالہ

واضح رہے کہ سر کے بالوں کے ساتھ قدرتی یا مصنوعی بال ملانے کی ممانعت کے بارے میں کچھ صحیح احادیث، کتب احادیث میں موجود ہیں۔ ان احادیث کے ظاہری مفہوم کے پیش نظر بعض اہل علم نے مصنوعی بالوں کے استعمال کو حرامِ مطلق قرار دیا ہے خواہ ایسا ازالۂ عیب کے لئے کیا جائے یا جنگی مقاصد (جاسوسی وغیرہ) کی تکمیل کے لئے۔ حالانکہ ان احادیث کا اگر گہرائی اور سیاق و سباق کی روشنی میں جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان احادیث میں جس چیز کی ممانعت کی گئی ہے، وہ یہ ہے کہ بال پہلے سے موجود ہوں اور ان کے ساتھ مزید بال ملائے جائیں۔ ایسا چونکہ دھوکہ و فریب کے لئے کیا جاتا ہے اس لئے ممانعت کی اصل علت دھوکہ و فریب ہی قرار دی جائے گی اور اگر کوئی شخص دھوکے کی غرض سے سر پر وگ وغیرہ لگوائے تو یہ عمل بھی مذکورہ علت کی بناء پر ممنوع قرار دیا جائے گا۔ لیکن اگر محض ازالۂ عیب (کی نیت) مقصود ہو تو پھر اس عمل پر حرمت و ممانعت کا فتویٰ دینا محل نظر ہے۔

آئندہ سطور میں راقم الحروف اس سلسلہ میں مروی مختلف احادیث کا ذکر کرے گا لیکن یاد رہے کہ یہ احادیث بنیادی طور پر تین طرح کی ہیں: (۱) ایک تو وہ جن میں مطلق طور پر وصل (یعنی بالوں کے ساتھ کسی چیز کو ملانے) کی ممانعت مذکور ہے، (۲) دوسری وہ ہیں جن میں وصل کے علاوہ بالوں کا گچھا (وگ وغیرہ) سر پر چپکانے کی ممانعت ہے، (۳) تیسری قسم کی احادیث وہ ہیں جن میں ایک دلہن کے بال جھڑ جانے پر وگ لگانے کا مطالبہ اور آنحضرت ﷺ کی عدم اجازت کا تذکرہ

ہے۔

اب آئندہ سطور میں ان کی تفصیل ملاحظہ فرمایئے:۔

پہلی قسم کی احادیث

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "لعن اللہ الواصلة والمستوصلة"(١٦) (اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں پر لعنت کی ہے جو بالوں کے ساتھ (مزید) بال لگاتی یا لگواتی ہیں)۔

یہی حدیث من وعن انہی الفاظ کے ساتھ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابوداؤد، سنن نسائی، سنن بیہقی اور مسند احمد وغیرہ میں دیگر صحابہ کرامؓ سے بھی مروی ہے۔(١٧) یہ احادیث چونکہ مذکورہ بالا الفاظ ہی کے ساتھ مروی ہیں اس لئے انہیں خوف طوالت وتکرار کی بنا پر درج نہیں کیا جاتا۔

وصل اور پراندے کا استعمال

مذکورہ بالاقسم سے متعلقہ احادیث میں جس 'وصل' پر لعنت کی گئی ہے، اس کے مفہوم کی تعیین میں اہل علم کا شروع سے اختلاف چلا آ رہا ہے۔ وصل کا لغوی معنی چونکہ 'ملانا' اور 'جوڑنا' ہے اس لئے بعض فقہاء کی رائے یہ ہے کہ بالوں کے ساتھ بال، دھاگے یا پراندہ وغیرہ کوئی بھی چیز نہیں ملانی چاہئے اور اپنی اس رائے کی تائید میں وہ ایک مطلق روایت بھی پیش کرتے ہیں جس میں یہ ہے کہ "زجر النبیؐ ان تصل المرأة برأسها شیئا"(١٨) (نبی اکرم ﷺ نے اس بات پر توبیخ فرمائی ہے کہ عورت اپنے بالوں کے ساتھ کوئی چیز ملائے)۔ یہ حضرت جابرؓ کے روایت کردہ الفاظ ہیں اور اس کے پیش نظر لفظ 'شیئاً" سے استدلال کرتے ہوئے بعض فقہاء نے جو یہ رائے اختیار کی ہے کہ بالوں کے ساتھ پراندے وغیرہ کا استعمال بھی منع ہے تو ان کی یہ رائے درج ذیل وجوہات کی بناء پر محل نظر ہے:۔

١۔ اول تو اس لئے کہ یہ حضرت جابرؓ کے اپنے الفاظ ہیں جن میں شیئا کا اضافہ یا تو روایت بالمعنی کی قبیل سے ہے یا پھر حضرت جابرؓ کا یہ اپنا فہم ہے ورنہ نبی اکرم ﷺ سے مروی دیگر روایات میں صرف وصل (واصلة، مستوصلة وغیرہ) کے الفاظ ہیں شیئاً کہیں ثابت نہیں۔

٢۔ دوم یہ کہ اس شیئا سے حضرت جابرؓ کی مراد یہ بھی ہوسکتی ہے کہ بالوں کے ساتھ بال ملانے منع ہیں (اور پراندہ وغیرہ منع نہیں)۔

۳۔ سوم یہ کہ بہت سے فقہاء نے اس سلسلہ میں 'وصل' سے آنحضرت ﷺ کی مراد یہ بیان کی ہے کہ آپ ﷺ نے بالوں کے ساتھ مزید بال ملانے سے منع فرمایا ہے کیونکہ اس میں دھوکہ و فریب کاری ہے جس کی وجہ سے عورت کے بال اصل بالوں سے بڑھ کر دکھائی دیتے ہیں اور اگر اس فریب سے قطع نظر محض دھاگوں اور پراندے وغیرہ کو بالوں میں لگایا جائے تو وہ منع نہیں کیونکہ اوّل تو وہ بالوں میں لگے ہوں تو صاف دکھائی دینے کی وجہ سے اصل بال معلوم ہی نہیں ہوتے اور دوم یہ کہ انہیں دھوکہ و فریب یا نمائش کے لئے نہیں لگایا جاتا بلکہ انہیں بالوں کی حفاظت کے طور پر لگایا جاتا ہے۔[19]

۴۔ چہارم یہ کہ بعض احادیث سے بھی اس مفہوم کی تعیین ہوتی ہے کہ جس چیز سے ان احادیث میں منع کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ بالوں کے ساتھ بال ملائے جائیں، مثلاً ایک حدیث میں ہے:- "أیما امرأة ادخلت فی شعرها من شعر غیرها فانما تدخله زورا"[20] (جو عورت اپنے بالوں کے ساتھ کسی اور کے بال ملائے تو وہ فریب کار ہے)۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ "ان النبیؐ سماه الزور یعنی الوصال فی الشعر" (نبی اکرم ﷺ نے بالوں کے ساتھ اضافی بال لگانے کو جھوٹ اور فریب قرار دیا ہے)۔[21]

مذکورہ بالا بحث کی روشنی میں وصل کا مفہوم یہ ثابت ہوا کہ اگر بالوں کے ساتھ مزید مصنوعی بالوں کا اضافہ کیا جائے تو یہ حرام ہے کیونکہ ایسا دھوکہ اور فریب کے لئے کیا جاتا ہے اور اگر یہ نیت نہ ہو تو پھر بھی بالوں کے ساتھ بال ملانا حرام ہے ماسوائے اس صورت کے کہ سر بالکل گنجا ہو اور اس گنجے پن کے عیب کو چھپانے کی خاطر ایسا کیا جائے۔ (اس کے جواز کی بحث پیچھے گزر چکی ہے) اور اگر بالوں کی حفاظت اور خوبصورتی کے لئے پراندے وغیرہ کا استعمال کر لیا جائے تو یہ وصل میں داخل نہ ہونے کی وجہ سے جائز ہے۔

دوسری قسم کی احادیث

یعنی وہ احادیث جن میں مصنوعی بالوں کا گچھا (وگ وغیرہ) سر پر چپکانے کی ممانعت ہے۔ اس سلسلہ میں کتب احادیث میں تین احادیث ملتی ہیں اور یہ تینوں حضرت معاویہؓ بن ابی سفیانؓ سے مروی ہیں:.......

۱۔ حضرت سعید بن میتبؒ (معروف تابعیؒ) فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ جب اپنی زندگی میں آخری مرتبہ مدینہ منور آئے تو انہوں نے ہمیں ایک خطبہ دیا اور بالوں کا ایک گچھا نکال کر

فرمایا: میرے خیال میں یہ کام یہودیوں کے علاوہ اور کوئی نہیں کیا کرتا تھا! نبی اکرم ﷺ نے اسے زور (فریب) قرار دیا ہے۔[۲۲]

۲۔ حمید بن عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ حج کے سال میں نے حضرت معاویہؓ کو منبر پر کھڑے (گفتگو کرتے) سنا۔ آپؓ نے اپنے پہرے دار کے ہاتھ سے بالوں کا ایک گچھا لے کر فرمایا: "یا اھل المدینۃ! أین علماؤکم؟ سمعت النبیؐ ینھیٰ عن مثل ھذہ ویقول انما ھلکت بنو اسرائیل حین اتخذھا نساؤھم"[۲۳] (اے مدینہ والو! تمہارے علماء کہاں گئے؟ میں نے نبی اکرم ﷺ سے سنا ہے کہ آپ اس طرح کے کاموں سے منع فرمایا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ بنی اسرائیل اس وقت ہلاکت سے دوچار ہوئے جب ان کی عورتوں نے مصنوعی بال لگانے شروع کر دیئے تھے)۔

۳۔ سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت معاویہؓ نے فرمایا کہ تم لوگوں نے ایک بری وضع اختیار کر لی ہے حالانکہ نبی اکرم ﷺ نے تلبیس و فریب کاری سے منع کیا ہے۔ سعید فرماتے ہیں کہ اتنے میں ایک آدمی ایک لاٹھی لئے آیا جس کے سرے پر چیتھڑا (کپڑے کا ٹکڑا) رکھا ہوا تھا۔ حضرت معاویہؓ نے اسے دیکھ کر فرمایا: آگاہ رہو کہ یہی وہ زور (فریب) ہے۔ (جس سے آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا ہے)، اسی روایت کے ایک راوی حضرت قتادۃؒ فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ نے جو کپڑے کے چیتھڑے کو زور (فریب) قرار دیا تو اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ عورتیں چیتھڑے باندھ کر جو بال لمبے ہونے کا شبہ پیدا کرتی ہیں (اس کو نبی اکرم ﷺ نے دھوکہ و فریب قرار دیا ہے)۔[۲۴]

مذکورہ بالا روایات میں جو باتیں توجہ طلب ہیں، وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ ان میں وصل کے علاوہ وِگ اور اس سے ملتی جلتی چیزوں پر بھی نقد کیا گیا ہے۔

۲۔ ان چیزوں کے استعمال کو زور یعنی دھوکہ و فریب قرار دیا گیا ہے۔

۳۔ فریب کاری کا یہ طریقہ یہودیوں نے ایجاد کیا تھا، اس لئے اس کی نسبت انہی کی طرف کی گئی ہے۔

۴۔ اگر دھوکہ و فریب کی نیت سے یہ چیزیں استعمال کی جائیں تو پھر یہی نہیں بلکہ چیتھڑے، دھاگے اور پراندے وغیرہ کا استعمال بھی ممنوع قرار دیا جائے گا۔

۵۔ اور اگر دھوکہ و فریب کی نیت نہ ہو تو پھر پراندے وغیرہ کا استعمال جائز ہے۔ اسی طرح دھوکہ و فریب سے قطع نظر محض ازالۂ عیب کے لئے گنجا شخص وِگ رہیئر یونٹ وغیرہ بھی استعمال کر سکتا

ہے جیسا کہ گزشتہ صفحات میں ان دونوں صورتوں کی تفصیل سے ثابت ہو چکا ہے۔

تیسری قسم کی احادیث

اس سے مراد وہ احادیث ہیں جن میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ ایک لڑکی کے والدین نے اس کا نکاح کیا اور رخصتی سے کچھ عرصہ پہلے کسی بیماری کی وجہ سے اس کے سر کے بال جھڑ گئے۔ اب ایک طرف دلہن بننے والی لڑکی کے حسن و جمال میں نقص کا مسئلہ تھا جب کہ دوسری طرف شوہر کا اصرار تھا کہ رخصتی عمل میں لائی جائے چنانچہ لڑکی کی ماں نے مناسب سمجھا کہ عارضی طور پر مصنوعی بالوں کے ساتھ آرائش و زیبائش کر کے لڑکی کو رخصت کر دیا جائے مگر جب اس نے آنحضرت ﷺ سے اس بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ نے اسے ایسا کرنے سے منع فرما دیا۔ اب ہم اس واقعہ سے متعلقہ روایات درج کرتے ہیں اور آخر میں بطور نتائج اس بات کا جائزہ لیں گے کہ آپ ﷺ نے اس خاص موقع پر مصنوعی بالوں کے استعمال کی اجازت کیوں نہ دی۔

۱۔ **"عن عائشۃؓ ان جاریۃ من الانصار تزوجت وانھا مرضت فتمعّط شعرھا فارادوا ان یصلوھا فسألوا النبیؐ فقال: لعن اللّٰہ الواصلۃ والمستوصلۃ"**(۲۵) (حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ایک انصاری لڑکی کا نکاح ہوا اور وہ بیمار ہوگئی جس سے اس کے سر کے بال جھڑ گئے۔ اس کے گھر والوں نے ارادہ کیا کہ اسے مصنوعی بال لگا دیتے ہیں لیکن جب انہوں نے اس سلسلہ میں آنحضرت ﷺ سے استفسار کیا تو آپ نے (انہیں منع کرتے ہوئے) فرمایا: بالوں کے ساتھ اضافی بال لگانے والیوں اور لگوانے والیوں پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے)۔

۲۔ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ سے مروی ہے کہ ایک عورت اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آئی اور اس نے کہا کہ میں نے اپنی بیٹی کا نکاح کیا پھر اسے بخار ہوا جس سے اس کے سر کے بال جھڑ گئے ہیں۔ جب کہ اس کا خاوند اس کی رخصتی کا مطالبہ کر رہا ہے تو کیا اس صورت میں، میں اس کے سر پر مصنوعی بال لگا دوں؟ اللہ کے رسول ﷺ نے یہ بات سن کر مصنوعی بال لگانے اور لگوانے والیوں کو بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا۔(۲۶)

۳۔ حضرت اسماء ہی سے مروی ایک روایت میں ہے کہ اس لڑکی کو 'حصبۃ' نامی (چیچک سے ملتا جلتا) ایک مرض لاحق ہوا تھا۔(۲۷)

۴۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ اس لڑکی کی ماں اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آئی اور کہنے لگی: **"ان زوجھا یریدھا أفاصل شعرھا؟"** (اس کا خاوند اس کی رخصتی چاہتا

ہے تو کیا میں اسے مصنوعی بال لگا دوں؟) ، مگر آپ ﷺ نے اس عمل سے منع فرما دیا۔(۲۸)

۵۔ حضرت عائشہؓ ہی سے مروی ایک اور روایت میں ہے کہ اس لڑکی کی والدہ نے اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آ کر کہا: "**ان زوجها أمرني ان أصل في شعرها؟ فقال: لا**" ر (اس لڑکی کا خاوند مجھے کہتا ہے کہ میں اسے مصنوعی بال لگا (کر رخصت کر) دوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں!)۔(۲۹)

۶۔ حضرت اسماء سے مروی ایک روایت میں ہے کہ اس عورت نے نبی اکرم ﷺ سے کہا کہ میں نے اپنی بیٹی کا نکاح کیا، پھر اس کے سر کے بال جھڑ گئے اور اس کا خاوند اسے بڑا حسین سمجھتا ہے۔ (**وزوجها يستحسنها**) تو کیا اب میں اسے مصنوعی بال لگا (کر رخصت نہ کر) دوں؟ لیکن آپ ﷺ نے اس عورت کو ایسا کرنے سے منع فرما دیا۔(۳۰)

مذکورہ واقعہ سے متعلقہ روایات میں جتنے پہلو قابل غور تھے، راقم نے بالترتیب ان سب کا احاطہ کر دیا ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ آنحضرت ﷺ نے اس خاص موقع پر بھی مصنوعی بالوں کے استعمال کی اجازت کیوں نہ دی تو اس کی تفصیل بظاہر احادیث میں کہیں موجود نہیں، البتہ اس واقعہ سے متعلقہ روایات کے سیاق و سباق کا قرآن و سنت کی مجموعی تعلیمات کی روشنی میں اگر جائزہ لیا جائے تو اس ممانعت کی درج ذیل وجوہات سمجھ میں آتی ہیں:-

۱۔ لڑکی کے بال ایک عارضی و وقتی بیماری کی وجہ سے گرے تھے اور اس بیماری کے بعد وہ بال پھر سے از خود اُگ آنے تھے، اس لئے آپ نے اس عارضی اور وقتی بیماری کے پیش نظر مصنوعی بال لگانے کی ضرورت محسوس نہ کی ہوگی۔

۲۔ ویسے بھی دھوکہ و فریب کی خاطر لوگوں میں مصنوعی بالوں کے استعمال کا رواج تھا جس کی حوصلہ شکنی کی سخت ضرورت تھی، اس لئے آپ ﷺ نے اس وقت اس عمل کی اجازت نہ دی۔

۳۔ اگر آپ ﷺ اس لڑکی کے لئے مصنوعی بال لگانے کی اجازت دے دیتے تو عین ممکن تھا کہ رخصتی کے بعد خاوند اسے اس معیار کی حامل نہ پاتا جو اس نے پہلے سے اس کے حسن و جمال کے حوالے سے سن یا دیکھ رکھا تھا (جیسا کہ روایت نمبر۶ سے اس کی تائید ہوتی ہے) اور وہ ایک دو روز ہی میں محض اس بنیاد پر اس لڑکی کو طلاق دے ڈالتا کہ میرے ساتھ دھوکہ کیا گیا ہے۔ لہٰذا اس خدشہ کے پیش نظر آپ ﷺ نے پیشگی ہی اس عمل سے روک دیا۔

۴۔ اسی طرح اگر آنحضرت ﷺ اس عمل کی اجازت دلہن کے گھر والوں کو دے دیتے تو دیگر لوگوں کے لئے ایک راستہ کھل جاتا اور وہ اس طرح کے عیوب کو مصنوعی فریب کاری کے ذریعے چھپا

کر شادیوں کا ڈھونگ رچاتے اور دیگر لوگوں کو دھوکہ دیتے جس سے بہت سی معاشرتی برائیاں اور جھگڑے اٹھ کھڑے ہوتے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ مذکورہ بالا واقعہ میں مصنوعی بال استعمال کرنے کی اجازت نہ دینے کی بنیادی وجہ بشمول دیگر وجوہات کے یہ تھی کہ اس طرح دھوکہ و فریب کا دروازہ کھل سکتا تھا۔ لہذا جہاں دھوکہ و فریب کا خدشہ و شبہ ہو وہاں بھی یہ اسی طرح ممنوع قرار دیا جائے گا جس طرح دھوکہ و فریب کے قصد و ارادہ سے ایسا کرنا ممنوع ہے۔ لیکن اگر کہیں دھوکہ و فریب کا شبہ نہ ہو اور نہ ہی دھوکہ دینا مقصود ہو بلکہ محض گنجے پن کا ازالہ مقصود ہو تو وہاں وِگ وغیرہ کا استعمال جائز قرار دیا جائے گا جیسا کہ ''ازالۂ عیوب کے جواز'' کے ضمن میں ہم اسے ثابت کر چکے ہیں۔

وِگ، ہیئر یونٹ، ہیئر ٹرانسپلانٹیشن اور شرعی احکام و مسائل

ہیئر ٹرانسپلانٹیشن کے ذریعے سر پر جو بال اگائے جاتے ہیں وہ چونکہ سر کے اصل (قدرتی) بالوں کی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں، اس لئے طہارت کے حصول، نماز کی ادائیگی اور حج و عمرہ کے موقع پر بال کٹوانے یا منڈوانے کے حوالہ سے ان کی صورتِ حال وہی ہوگی جو قدرتی بالوں کی ہوتی ہے جب کہ وِگ اور ہیئر یونٹ وغیرہ استعمال کرنے کی صورت میں شرعی احکام کی نوعیت کچھ اس طرح ہوگی:

۱۔ وِگ اتارنے میں آسانی ہوتی ہے اس لئے وضو میں اسے اتار کر سر کا مسح کرنا چاہئے تاہم بعض احادیث کے مطابق چونکہ عمامے اور پگڑی وغیرہ پر بھی مسح ہو جاتا ہے،[۳۱] اس لئے عمامے پر قیاس کرتے ہوئے وِگ پر مسح کرنا بھی اسی طرح جائز قرار دیا جائے گا جس طرح مہندی لگے سر پر مسح کو جائز قرار دیا جاتا ہے۔ جب کہ وِگ کے علاوہ ہیئر یونٹ جسے بآسانی اتارا بھی نہیں جا سکتا، اسے اتارے بغیر اس پر مسح کرنا بطریق اولیٰ جائز قرار دیا جائے گا۔

۲۔ غسل مسنون کی صورت میں شرعی ضابطہ یہ ہے کہ بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچایا جائے جیسا کہ حدیث نبویؐ ہے: ''تحت كل شعر جنابة فاغسلوا الشعر''،[۳۲] (ہر بال کی تہہ میں جنابت (کا اثر) ہے لہذا بالوں کو دھویا کرو)۔ اس لئے اگر وِگ اور ہیئر یونٹ کی صورت یہ ہو کہ اس میں مساموں کے ذریعے ہوا، پانی وغیرہ جلد تک پہنچنے کا امکان ہو تو پھر اسے اتارے بغیر بھی غسل کیا جا سکتا ہے اور اگر اس میں مسام نہ ہوں یا پانی کا سر کی جلد تک پہنچنا ناممکن ہو تو پھر اسے بہرصورت اتار کر غسل کیا جائے، ورنہ غسل کے شرعی تقاضے پورے نہ ہوں گے۔ واضح رہے کہ مارکیٹ میں دستیاب ہیئر یونٹس کا راقم نے خود مشاہدہ کیا ہے کہ اس میں جس جھلی

پر بال چپکائے گئے ہوتے ہیں، اس میں ہوا اور پانی وغیرہ کے گزرنے کے لئے چھوٹے چھوٹے مسام ہوتے ہیں۔ لہذا انہیں اگر پہنا ہو تو پھر غسل کے لئے انہیں اتارنا ضروری نہیں۔

۳۔ حج و عمرہ کے آخر میں سر کے بال کٹوانا یا منڈوانا 'مناسک' میں شامل ہے۔ مرد کے لئے بال کٹوانا یا منڈوانا دونوں صورتیں جائز ہیں البتہ بال کٹوانے کی نسبت منڈوانے کو افضل قرار دیا گیا ہے،(۳۳) جب کہ عورت کے لئے بال منڈوانا حرام ہے،(۳۴) اس لئے وہ صرف تھوڑے سے بال کٹوائے گی۔ ہیئر ٹرانسپلانٹیشن میں بال چونکہ قدرتی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں اس لئے انہیں کٹوانے یا منڈوانے کے حوالے سے کوئی نیا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن وِگ اور ہیئر یونٹ میں بال سر کا حصہ نہیں ہوتے، اس لئے انہیں اتار کر مناسکِ حج و عمرہ کی ادائیگی کرنا چاہئے اور بال کٹوانے یا منڈوانے کے موقع پر گنجا شخص اپنے اصل گنجے سر پر استرا پھروالے، ہیئر یونٹ یا وگ وغیرہ پہن کر اس پر سے بال کٹوا دینا کافی نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم

۴۔ نماز پڑھتے وقت سر ڈھانپنا بھی ایک فقہی مسئلہ ہے بالخصوص عورتوں کے لئے تو یہ جائز ہی نہیں کہ وہ ننگے سر نماز پڑھیں۔(۳۵) تاہم مردوں کے لئے سر ڈھانپنے کو بعض فقہا افضل و مستحب کی قبیل سے شمار کرتے ہیں۔ اس لئے وگ یا ہیئر یونٹ کے استعمال کی ضرورت میں یہ سوال بھی پیدا ہو سکتا ہے کہ آیا وگ/ ہیئر یونٹ وغیرہ مردوں کے لئے ٹوپی اور عورتوں کے لئے اوڑھنی (خمار) کے تقاضے پورے کرتے ہیں یا نہیں؟

اس کا جواب ہمیں اس پہلو پر غور کرنے سے مہیا ہو سکتا ہے کہ عورتوں کے لئے بال ڈھانپنے کا جو شرعی حکم ہے، اس کی علت کیا ہے؟ اس کی علت یہی سمجھ آتی ہے کہ اللہ کے حضور اپنی زیب و زینت چھپا کر کھڑے ہوا جائے۔ حتیٰ کہ پاؤں کی پشت بھی شلوار کے کپڑے سے چھپانے کی کوشش کرنی چاہئے۔(۳۶) لیکن اگر وگ وغیرہ کو ٹوپی اور خمار کے قائم مقام قرار دے دیا جائے تو یہ علت پوری نہیں ہوتی اور ویسے بھی یہ بات معیوب لگتی ہے کہ ایک طرف پاؤں کا ظاہری حصہ بھی ڈھانپنے کی تاکید ہو اور دوسری طرف وِگ لگے سر کے ننگا ہونے سے زیب و زینت بھی ظاہر ہو رہی ہے! معلوم ہوا کہ وِگ / ہیئر یونٹ، ٹوپی اور خمار کے تقاضے پورے نہیں کرتی۔

بالوں کا حصول اور ان کی پاکی و ناپاکی کا مسئلہ

بحیثیت مسلمان ہمیں چونکہ طہارت و عبادت وغیرہ کے لئے بہت سی چیزیں مدنظر رکھنا پڑتی ہیں، اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ضمنی طور پر تھوڑی سی بحث اس حوالے سے بھی کر دی جائے کہ

وِگ اور ہیئر یونٹ پر لگے بال پاک ہوتے ہیں یا ناپاک؟

وِگ اور ہیئر یونٹ وغیرہ کے لئے جن ذرائع سے بال حاصل کئے جاتے ہیں وہ یہ تین ہیں:-

۱۔ مصنوعی طریقہ سے، ۲۔ حیوانات سے، ۳۔ انسانوں سے

(۱) مصنوعی طریقہ

اس میں پلاسٹک اور اس سے ملتی جلتی دیگر اشیاء سے مصنوعی طور پر بال تیار کئے جاتے ہیں اور پھر انہیں مختلف کیمیکلز کی مدد سے قدرتی بالوں کے مشابہ بنانے کی کوشش کی جاتی ہے لہذا اس صورت میں اگر تو وہ مٹیریل جس سے بال تیار کئے گئے ہوں پاک ہو اور ناپاک اشیاء کی آمیزش سے مبرا ہو تو پھر ایسے تیار شدہ (مصنوعی) بالوں پر طاہر (پاک) ہونے کا حکم لگایا جائے گا اور ان سے بنی وِگ پہن کر نماز پڑھنے کو جائز قرار دیا جائے گا۔

(۲) حیوانات سے

جن حیوانات سے بال حاصل کئے جاتے ہیں، ان کی مختلف صورتیں ہوسکتی ہیں، مثلاً:

۱۔ جانور پاک اور مأکول اللحم ہو۔

۲۔ جانور ناپاک اور غیر مأکول اللحم ہو۔

۳۔ جانور پاک اور غیر مأکول اللحم ہو۔

۴۔ جانور زندہ ہو۔

۵۔ جانور مردہ ہو۔

خنزیر اور کتے کے علاوہ باقی تمام جانور قطع نظر اس سے کہ وہ حلال ہیں یا حرام، زندہ ہیں یا مردہ--- ان کے بالوں سے استفادہ کرنے پر فقہاء کا اتفاق ہے، تاہم کتے اور خنزیر کے بالوں سے استفادہ کرنے کے بارے میں فقہاء میں سخت اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ بعض فقہاء اسے مطلق حرام قرار دیتے ہیں تو بعض مطلق حلال، جب کہ بعض فقہاء یہ فرق کرتے ہیں کہ اگر ان کے بالوں کو اکھیڑ کر علیحدہ کیا جائے تو پھر یہ بال ناپاک اور اگر کاٹ کر الگ کیا جائے تو پھر یہ پاک ہیں۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی یاد رہے کہ فقہائے شافعیہ کے بقول خنزیر اور کتے کے علاوہ دیگر جانوروں کے بال بھی صرف اس وقت پاک ہوں گے جب ان کی جلد دباغت کے ذریعے پاک کر لی گئی ہو ورنہ یہ ناپاک ہی شمار ہوں گے (ماسوائے اس کے کہ جانور پاک اور زندہ ہو)۔[۳۷]

(۳) انسانوں سے

زندگی میں انسان بال کٹواتا بھی ہے اور منڈواتا بھی۔ مرد کے لئے تو یہ دونوں صورتیں جائز ہیں مگر اسلام نے عورت کے لئے بال منڈوانے کو حرام قرار دیا ہے حتیٰ کہ حج کے موقع پر بھی اسے صرف بال کتروانے کی اجازت ہے، منڈوانے کی نہیں۔ ان تمام باتوں پر شروع ہی سے فقہاء کا اتفاق چلا آ رہا ہے، تاہم اختلاف رائے اس بات پر ہے کہ حج و عمرہ کے علاوہ کسی اور صورت میں عورت اپنے بال کٹوا سکتی ہے یا نہیں؟

بعض اہل علم تو اسے ناجائز ہی قرار دیتے ہیں جب کہ بعض اہل علم اس حدیث کی بنیاد پر کہ ''حضرت عائشہؓ اور دیگر ازواج مطہرات اپنے بال کٹوا لیا کرتی تھیں''۔ اس کی اجازت دی ہے کہ عورت اپنے شوہر کی اجازت و رضامندی کے ساتھ بال کٹوا سکتی ہے، بشرطیکہ اس کا یہ عمل غیر مسلم عورتوں کے مشابہ نہ ہو،(۳۹) اور ہمیں بھی اس رائے سے اتفاق ہے۔

مرد و زن کے بال کٹوانے کی بحث اس لئے کی گئی ہے کہ وِگ وغیرہ میں یہ بال استعمال کئے جاتے ہیں۔ باقی رہی یہ بات کہ انسان کے بال پاک ہیں یا ناپاک؟ تو تمام اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ انسان خواہ زندہ ہو یا مردہ، اس کے سر کے بال بہرصورت پاک ہیں۔

انسانوں اور جانوروں کے بالوں سے فائدہ اٹھانا

خنزیر اور کتے کے علاوہ دیگر جانوروں کے بالوں سے فائدہ حاصل کرنا فقہاء کے نزدیک بالاتفاق جائز ہے مگر انسانوں کے بالوں (اور دیگر اعضائے بدن) سے استفادہ کرنے سے اکثر و بیشتر فقہاء نے منع کیا ہے اور اس ممانعت کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ انسان خواہ زندہ ہو یا مردہ، اس کے اعضاء تکریم کے لائق ہیں اور ان اعضاء کے ساتھ کوئی ایسا رویہ اختیار کرنا جو انسان کی عزت و تکریم کے منافی ہو، جائز نہیں۔(۴۰) لیکن موجودہ دور کے اہل علم نے یہ رائے اختیار کی ہے کہ کسی ضرورت کے پیش نظر اگر ایسا کیا جائے تو ''الضرورات تبیح المحظورات'' (یعنی ضرورت کی بناء پر ممنوع اشیاء بھی مباح ہو جاتی ہیں) کے مسلمہ فقہی قاعدہ کی روشنی میں اس کی گنجائش ہے۔(۴۱)

مصادر و مراجع

۱۔ مسلم، امام، مسلم بن الحجاج القشیری، کتاب الایمان: باب تحریم الکبر و بیانه رقم الحدیث(۹۱)، مکتبہ دارالسلام، ریاض۔

۲۔ فطرتی امور میں تبدیلی کو تغییر لخلق اللہ اور شیطانی عمل قرار دینے کا استدلال جس دلیل سے ہے، وہ قرآن مجید کی یہ آیات ہیں: "---وقال لأتخذن من عبادک نصیبا مفروضا ولأضلنهم ولأمنینهم ولأمرنهم فلیبتکن اذان الانعام ولأمرنهم فلیغیرن خلق اللّٰه ومن یتخذالشیطان ولیا من دون اللّٰه فقد خسر خسرانا مبینا" ﴿النساء: ۱۱۸، ۱۱۹﴾ (وہ لوگ اس شیطان کی اطاعت کر رہے ہیں جس نے اللہ تعالیٰ سے کہا تھا کہ) میں تیرے بندوں سے ایک مقرر حصہ لے کر رہوں گا، میں انہیں بہکاؤں گا، میں انہیں آرزوؤں میں الجھاؤں گا، میں انہیں حکم دوں گا اور وہ میرے حکم سے جانوروں کے کان پھاڑیں گے اور میں انہیں حکم دوں گا اور وہ میرے حکم سے خدائی ساخت میں ردّ و بدل کریں گے۔ اس شیطان کو جس نے اللہ کی بجائے اپنا ولی و سرپرست بنا لیا وہ صریح نقصان میں پڑ گیا)۔

۳۔ دیکھئے: ماہنامہ "ہمدردِ صحت" جلد۶۶، شمارہ۶، جون ۱۹۹۸ء، مضمون "بال گئے تاج گیا"، ص ۴۲، مضمون نگار: سیّد رشید الدین احمد۔

۴۔ ایضاً (نمبر۳) نیز دیکھئے: ماہنامہ 'ہمدردِ صحت'، جلد ۶۷، شمارہ ۸، اگست ۱۹۹۹ء، مضمون "بالوں کا حسن اور صحت"، ص۷، مضمون نگار: احمد خاں خلیل۔

۵۔ ایضاً (نمبر۴)

۶۔ دیکھئے: "انٹرنیشنل لیزر ہیئرٹرانسپلانٹیشن سرجری سنٹر" کا شائع کردہ پراسپکٹس بعنوان I.L.H.T صفحہ ۱۶، ۱۷۔

۷۔ ایضاً، نیز دیکھئے: "سنگل ہیئر فالیکولر ٹرانسپلانٹیشن" کا شائع کردہ پمفلٹ بعنوان Single Hair Follicular ، صفحہ ۲

۸۔ بخاری، امام، محمد بن اسماعیل البخاری: کتاب الطب، باب ما انزل اللہ داءً الا انزل له شفاءً رقم الحدیث (۵۶۷۸) مکتبہ دارالسلام، ریاض۔

۹۔ دیکھئے: بخاری، کتاب التوحید، باب قرأۃ الفاجر والمنافق واصواتهم و تلاوتهم لاتجاوز حناجرهم، رقم الحدیث (۷۵۶۲)۔ یہ حدیث حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے اور اس کے متعلقہ الفاظ یہ ہیں: "قیل ما سیماهم؟ قال: سیماهم التحلیق" ر"آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ ان (خوارج) کی علامت کیا ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کی علامت ہے 'سرمنڈوانا'۔ اس روایت سے ایک شبہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر سرمنڈوانا خوارج کی علامت ہے تو پھر ان کی مشابہت سے بچنے کے لئے کسی بھی حالت میں سرنہیں منڈوانا چاہئے۔ شارحینِ حدیث نے اس شبہ کے کئی ایک جواب دیئے ہیں جن میں سے معقول ترین جواب یہ ہے کہ حج و عمرہ کے وقت یا کسی

ضرورت کے پیش نظر سرمنڈوانا دیگر احادیث ہی کی رو سے جائز ہے مگر ہر وقت ٹنڈ کروائے اور سر منڈوائے رکھنا درست نہیں اور خوارج کی علامت یہی معروف ہوئی تھی کہ وہ ہمیشہ سرمنڈوائے رکھتے تھے۔ مذکورہ شبہ اور اس کے جواب کے لئے دیکھئے: (۱) ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی بن حجر، فتح الباری: جلد ۱۳ صفحہ ۵۳۷، دارنشر الکتب الاسلامیہ، لاہور (اصل اور قابل استدلال عبارت یہ ہے: ''ان السلف کانوا لایحلقون رؤسهم الا للنسک أو فی الحاجة والخوارج اتخذوه دیدنا فصار شعارا لهم وعرفوا به''، (۲) شہاب الدین قسطلانی، احمد بن محمد، ارشاد الساری: جلد ۱۰، صفحہ ۴۸۱، دارالفکر، مصر۔

۱۰۔ بخاری: کتاب احادیث الأنبیاء، باب حدیث ابرص واعمی واقرع فی بنی اسرائیل، رقم الحدیث (۳۴۶۴)۔

بعض لوگ اس حدیث کے باوجود گنجے پن کو عیب تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں، حالانکہ اس حدیث کا سیاق و سباق ہر لحاظ سے اسے عیب قرار دینے کا تقاضا کرتا ہے۔ تائیدِ مزید کی خاطر ہم اس حدیث کا من وعن مکمل ترجمہ صحیح بخاری کی روشنی میں پیش کئے دیتے ہیں: ''حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں تین شخص تھے، ایک کوڑھی، دوسرا اندھا، اور تیسرا گنجا۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ ان کا امتحان لے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس ایک فرشتہ بھیجا۔ فرشتہ پہلے کوڑھی کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ تمہیں سب سے زیادہ کیا چیز پسند ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اچھا رنگ اور اچھی چمڑی کیونکہ مجھ سے لوگ پرہیز کرتے ہیں۔ بیان کیا کہ فرشتے نے اس پر اپنا ہاتھ پھیرا تو اس کی بیماری دور ہوگئی اور اس کا رنگ بھی خوبصورت ہوگیا اور چمڑی (جلد) بھی اچھی ہوگئی۔ فرشتے نے پوچھا کہ کس طرح کا مال تم زیادہ پسند کرو گے؟ اس نے کہا کہ اُونٹ! یا اس نے ''گائے'' کہا-- اسحاق بن عبداللہ (راوی) کو اس سلسلہ میں شک تھا کہ کوڑھی اور گنجے دونوں میں سے ایک نے اونٹ کی خواہش کی تھی اور دوسرے نے گائے کی--- چنانچہ اسے حاملہ اونٹنی دی گئی اور کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں برکت دے گا۔ پھر فرشتہ گنجے کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ تمہیں کیا چیز پسند ہے؟ اس نے کہا کہ عمدہ بال اور میرا موجودہ عیب ختم ہو جائے، کیونکہ لوگ اس کی وجہ سے مجھ سے پرہیز کرتے ہیں۔ (آپ ﷺ نے) بیان کیا کہ فرشتے نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس کا عیب جاتا رہا اور اس کے بجائے عمدہ بال آگئے۔ فرشتے نے پوچھا کہ کس طرح کا مال پسند کرو گے؟ اس نے کہا کہ گائے! فرشتے نے اسے حاملہ گائے دے دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں برکت دے گا۔ پھر اندھے کے پاس فرشتہ آیا اور کہا کہ تمہیں کیا چیز پسند ہے؟ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ مجھے آنکھوں کی روشنی دے دے تاکہ میں لوگوں کو دیکھ سکوں۔ بیان کیا کہ فرشتے نے ہاتھ پھیرا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی اسے واپس دے دی۔ پھر پوچھا کہ کس طرح کا مال تم پسند کرو گے؟ اس نے کہا کہ بکریاں! فرشتے نے اسے حاملہ بکری دے دی۔ پھر تینوں جانوروں کے بچے پیدا ہوئے یہاں تک کہ کوڑھی کے اونٹوں سے اس کی وادی بھر گئی، گنجے کی گائے بیل سے اس کی وادی بھر گئی اور اندھے کی بکریوں سے اس کی وادی بھر گئی۔

پھر دوبارہ فرشتہ اپنی اسی پہلی شکل میں کوڑھی کے پاس آیا اور کہا کہ میں ایک نہایت مسکین و فقیر آدمی ہوں، سفر کا تمام سامان و اسباب ختم ہو چکا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی سے حاجت پوری ہونے کی اُمید نہیں لیکن میں تم سے اسی ذات کا واسطہ دے کر جس نے تمہیں اچھا رنگ اور اچھا چمڑا اور مال عطا کیا، ایک اونٹ کا سوال کرتا ہوں جس سے سفر کو پورا کر سکوں۔ اس نے فرشتے سے کہا کہ میرے ذمہ حقوق اور بہت سے ہیں، فرشتے نے کہا غالبًا میں تمہیں پہچانتا ہوں، کیا تمہیں کوڑھ کی بیماری نہیں تھی جس کی وجہ سے لوگ تم سے گھن کھاتے تھے، تم ایک فقیر اور قلاش تھے، پھر تمہیں اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں عطا کیں؟ اس نے کہا کہ یہ ساری دولت تو میرے باپ دادا سے چلی آ رہی ہے۔ فرشتے نے کہا کہ اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی پہلی حالت پر لوٹا دے۔

پھر فرشتہ گنجے کے پاس اپنی اسی پہلی صورت میں آیا اور اس سے بھی وہی درخواست کی اور اس نے بھی وہی کوڑھی والا جواب دیا۔ فرشتے نے کہا کہ اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی پہلی حالت پر لوٹا دے۔ اس کے بعد فرشتہ اندھے کے پاس آیا اپنی اسی پہلی صورت میں اور کہا کہ میں ایک مسکین آدمی ہوں، سفر کے تمام سامان ختم ہو چکے ہیں اور سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی سے حاجت پوری ہونے کی توقع نہیں۔ میں تم سے اسی ذات کا واسطہ دے کر جس نے تمہیں تمہاری بینائی واپس دی ہے، ایک بکری مانگتا ہوں جس سے اپنے سفر کی ضروریات پوری کر سکوں۔ اندھے نے جواب دیا کہ واقعی میں اندھا تھا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے فضل سے بینائی عطا فرمائی اور واقعی میں فقیر و محتاج تھا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے مالدار بنایا، تم جتنی بکریاں چاہو لے سکتے ہو، اللہ کی قسم! جب تم نے خدا کا واسطہ دیا ہے تو جتنا بھی تمہارا جی چاہے لے جاؤ، میں تمہیں ہرگز نہیں روک سکتا۔ فرشتے نے کہا کہ تم اپنا مال اپنے پاس رکھو، یہ تو صرف امتحان تھا اور اللہ تعالیٰ تم سے راضی اور خوش ہے اور تمہارے دونوں ساتھیوں سے ناراض ہے۔" (صحیح بخاری، ترجمہ و تشریح از مولانا محمد داؤد راز دہلوی، جلد۴ صفحہ ۲۷ تا ۲۹، مکتبہ قدوسیہ، لاہور)۔

۱۱۔ ابوداؤد، امام، ابوداؤد سلیمان بن اشعث، الازدی السجستانی، ابوداؤد: کتاب الطب: باب الرجل یتداوی، رقم الحدیث (۳۸۵۱) داراحیاء التراث العربی، بیروت۔

۱۲۔ سنن ابی داؤد: کتاب الخاتم: باب ماجاء فی ربط الاسنان بالذهب رقم الحدیث (۴۲۲۸)، (۴۲۲۹)، سنن ترمذی رقم (۱۷۷۰) مکتبہ دارالسلام ریاض۔

۱۳۔ دیکھئے: دکتور، وھبہ الزحیلی، الفقه الاسلامی وادلته: جلد۴ صفحہ ۲۶۸۱، المکتبة الحبیبیه، کوئٹہ پاکستان، نیز دیکھئے: الموسوعۃ الفقهیۃ (الکویتیۃ) بذیل مادہ، شعر، وزارت اوقاف، کویت

۱۴۔ الفقہ الاسلامی وادلتہ، ایضاً

۱۵۔ شیخ موصوف کے اس فتوی کے لئے دیکھئے: فتاوی المرأة المسلمة، مرتب: ابو محمد اشرف بن عبدالمقصود، جلد۲، ص ۵۱۸، جمعیۃ احیاء التراث الاسلامی، کویت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸ء یہ فتوی مذکورہ بحث میں مرکزی اہمیت رکھتا

ہے، اس لئے ذیل میں اس کی اصل عربی عبارت بھی درج کی جاتی ہے: "الباروكة محرمة وهي داخلة في الوصل، وان لم تكن وصلا فهي تظهر رأس المرأة على وجه أطول من حقيقته فتشبه الوصل وقد لعن النبیؐ الواصلة والمستوصلة، لكن ان لم يكن على رأس المرأة شعر اصلا اوكانت قرعاء فلا حرج من استعمال الباروكة ليستر هذا لعيب لان ازالة العيوب جائزة، ولهذا "أذن النبیؐ لمن قطعت أنفه في إحدى الغزوات ان يتخذ أنفا من ذهب" فالمسئلة أوسع من ذلك، فيدخل فيها إذا مسائل التجميل وعملياته من تصغير للإنف وغيره، فما كان لإزالة عيب فلابأس به مثل ان يكون في أنفه اعوجاج فيعد له او ازالة بقعة سوداء مثلا فهذا لا بأس به، أما ان كان لغير إزالة عيب كالوشم والنمص مثلا فهذا هو الممنوع. واستعمال الباروكة حتى لوكان باذن الزوج ورضاه فهو حرام؛ لأنه لا إذن ولا رضى فيما حرمه الله."

۱۶۔ بخاری: كتاب اللباس: باب وصل الشعر، رقم (۵۹۳۳)

۱۷۔ مثلاً دیکھئے: بخاری، ایضاً (۵۹۳۴، ۵۹۳۵، ۵۹۳۷) نیز، باب الموصلة، ارقام (۵۹۴۰ تا ۵۹۴۲) مسلم: كتاب اللباس والزينة: باب تحريم فعل الواصلة والمستوصلة---، ارقام (۲۱۲۲ تا ۲۱۲۴)، ابوداؤد: كتاب الترجل: باب في صلة الشعر، ارقام (۴۱۶۴-۴۱۶۶) ترمذی: كتاب الآداب: باب ماجاء في الواصلة--- رقم الحدیث (۲۷۸۳) نسائی كتاب الزينة: باب لعن الواصلة، رقم (۵۲۵۱) نیز (۵۲۵۲) شرح السنۃ: باب النهي عن وصل الشعر--- (ج ۱۲ ص ۱۰۲) از بغوی، امام، حسین بن مسعود بغوی، المکتب الاسلامی، بیروت، احمد بن حنبلؒ، امام مسند احمدؒ: (ج ۱ ص ۴۴۸، ج ۲، ص ۲۷۲، ۳۳۹، ج ۶، ص ۱۱۱، ۱۱۶، ۲۲۸، ۲۳۴، ۲۴۵، ۳۵۰، ۳۵۳) المکتب الاسلامی، بیروت۔

۱۸۔ مسلم: كتاب اللباس والزينة: باب تحريم فعل الواصلة--- رقم (۲۱۲۶)

۱۹۔ پراندے وغیرہ کے جواز کے حوالے سے فقہاء نے جو بحث کی ہے، اس کی تفصیل کے لئے دیکھئے: ۱۔فتح الباری: ج ۱۰، ص ۳۸۸، دارالریان، قاہرہ۔ ۲۔ طحاوی، امام، ابوجعفر طحاوی، مشکل الآثار، ج ۲ ص ۴۲، ۴۳، حیدر آباد، دکن۔ ۳۔ بغوی، امام، حسین بن مسعود، شرح السنۃ، ج۱۲، ص ۱۰۴، ۱۰۵، المکتب الاسلامی، بیروت ۴۔ خطابی، امام، احمد بن محمد الخطابی، معالم السنن، ج ۴، ص ۲۰۹، المکتب العلمیہ، بیروت۔ ۵۔ قاضی، امام، قاضی عیاض، اکمال المعلم شرح صحیح مسلم، ج ۶ ص ۶۵۲، ۶۵۳، قاضی عیاض کی متعلقہ عبارت درج ذیل ہے: "اختلف الفقهاء في معنى نهيه عليه السلام عن ذلك، فقال بعضهم لابأس في وصلها شعرها بما وصلته من صوف أوخرق مالم يكن شعرا والنهي انما يختص بالصلة بالشعر وهو قول الليث بن سعد، وقال آخرون: الوصل بكل شيء ممنوع لعموم الخبر وهو قول مالك وجماعة من العلماء واختيار الطبري، واباح آخرون وضع الشعر على الرأس، قالوا وانما ينهى عن الوصل وهو قول ابراهيم، وقال آخرون كل ذلك جائز، وروى عن عائشة نحوه وتاولت ان الحديث على غيرو صل الشعر ولا يصح عنها، والصحيح عنها مثل قول الجمهور، فاما ربط خيوط الحرير وشبهها مما لايشبه الشعر فليس من الوصل

ولا هو مقصده وانما هو للتجميل والتحسين كما يشد منه في الاوساط و يربط من الحلى في الاعناق ويجعل في الايدى والأرجل". امام بغوی کی اصل عبارت درج ذیل ہے: "والواصلة التى تصل شعرها بشعر غيرها تريد بذلك ان يظن بها طول الشعر اويكون شعرها اصهب فتصله بشعر اسود فهذا من باب الزور، قال ابوعبيد: وقد رخصت الفقهاء في القرامل وكل شيء وصل به الشعر مالم يكن الوصل شعرا فلا بأس به، قال ابوداؤد: كان احمد (ابن حنبلؒ) يقول: القرامل ليس بها بأس". جبکہ امام خطابیؒ کی عبارت درج ذیل ہے: "والواصلات هن اللواتى يصلن شعورهن بشعور غيرهن من النسآء يردن بذلك طول الشعر يوهمن ان ذلك من اصل شعورهن فقد تكون المرأة زعراء قليلة الشعر أويكون شعرها اصهب فتصل شعرها بشعر اسود فيكون ذلك زورا أو كذبا فنهى عنه، فاما القرامل فقد رخص فيها اهل العلم وذلك ان الغرور لا يقع بها لان من نظر اليها لم يشك في ان ذلك مستعار".

۲۰۔ مسند احمد، ج ۴، ص ۱۰۱۔

۲۱۔ بخاری: كتاب احاديث الانبياء: باب ۵۴، رقم الحدیث (۳۴۸۸)

۲۲۔ ایضاً، نیز دیکھئے: مسلم: كتاب اللباس: باب تحريم فعل الواصلة--- رقم (۲۱۲۷)

۲۳۔ بخاری: ایضا: رقم (۳۴۶۸) مسلم: ایضاً (۲۱۲۷-۵۵۷۸)

۲۴۔ مسلم: ایضاً، نیز دیکھئے: مسند احمد ج ۴ ص ۹۳

۲۵۔ بخاری: كتاب اللباس: باب وصل الشعر، رقم (۵۹۳۴)

۲۶۔ بخاری: ایضا، رقم (۵۹۳۵)

۲۷۔ ایضاً: باب الموصولة، رقم (۵۹۴۱)

۲۸۔ مسلم: ایضاً، رقم (۲۱۲۳)

۲۹۔ بخاری: كتاب النكاح، باب لاتطيع المرأة زوجها في معصية، رقم (۵۲۰۵)

۳۰۔ مسلم: ایضا، (۲۱۲۲)

۳۱۔ جیسا کہ حضرت جعفر بن عمرو اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: "رأيت النبیؐ يمسح على عمامته و خفيه". (میں نے اللہ کے رسولؐ کو اپنی پگڑی اور موزوں پر مسح کرتے دیکھا ہے)۔ صحیح بخاری: كتاب الوضوء، باب المسح على الخفين، رقم (۲۰۵)

۳۲۔ ترمذی، امام، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی: سنن ترمذی: كتاب الطهارة: باب ماجاء ان تحت كل شعرة جنابة، رقم (۱۰۶) مکتبہ دارالسلام، ریاض۔

۳۳۔ حج و عمرہ کے آخر میں بال کٹوانے کی بجائے بال منڈوانے کی افضلیت اس حدیث سے ثابت ہوتی ہے جس

میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "اللھم اغفر للمحلقین" یا اللہ! سر منڈوانے والوں کی مغفرت فرما۔ لوگوں نے کہا: حضور! بال کتروانے والوں کو بھی (اپنی دعا میں شامل فرما لیں مگر) اللہ کے رسولؐ نے دوبارہ وہی دعا فرمائی (اللھم اغفر للمحلقین) لوگوں نے پھر اپنا مطالبہ دہرایا۔ مگر تیسری مرتبہ بھی آپؐ نے وہی دعا فرمائی۔ لوگوں نے پھر مطالبہ کیا تو (چوتھی مرتبہ) آپؐ نے فرمایا: (یا اللہ! سر منڈوانے والوں کی مغفرت فرما اور) بال کٹوانے والوں کی بھی''۔ (بخاری: **کتاب الحج: باب الحلق والتقصیر عند الإحلال**، رقم (۱۷۲۸)۔

۳۴۔ جیسا کہ حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ: "**نھیٰ رسول اللہؐ ان تحلق المرأة رأسھا**" (اللہ کے رسولؐ نے عورت کے لئے سر منڈوانے کی ممانعت فرمائی ہے)۔ سنن ترمذی: **کتاب الحج، باب ماجاء فی کراھیة الحلق للنساء**، رقم (۹۱۴، ۹۱۵)۔

۳۵۔ جیسا کہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "**لاتقبل صلاة الحائض إلابخمار**" (بالغہ عورت کی نماز اوڑھنی کے بغیر قبول نہیں ہوتی)، (ترمذی: **کتاب الصلاة، باب ماجاء لاتقبل صلاة المرأة الحائض الابخمار**، رقم (۳۷۷)۔ اس حدیث کے ضمن میں امام ترمذی رقمطراز ہیں کہ "**حدیث عائشةؓ حدیث حسن والعمل علیه عند اھل العلم، ان المرأة اذا أدرکت فصلت وشیء من شعرھا مکشوف لاتجوز صلاتھا، وھو قول الشافعی، قال: لاتجوز صلاة المرأة وشیء من جسدھا مکشوف، قال الشافعی: وقد قیل ان کان ظھر قدمیھا ومکشوفاً فصلاتھا جائزة**" (حضرت عائشہؓ سے مروی یہ حدیث حسن درجہ کی ہے اور اہل علم کا اس حدیث کے پیش نظر اس باب پر عمل رہا ہے کہ بالغہ عورت اگر ننگے سر نماز پڑھ لے تو اس کی نماز نہیں ہوگی اور یہی امام شافعیؒ کا بھی قول ہے اور آپ فرماتے ہیں کہ عورت کے جسم کا کوئی حصہ (ماسوائے ہاتھ اور چہرہ کے-ناقل) اگر کھلا ہو تو ایسی حالت میں عورت کی نماز نہیں ہوتی۔ امام شافعیؒ نے یہ بات بھی فرمائی ہے کہ ''یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر عورت کے قدموں کا اوپر والا (بیرونی) حصہ کھلا ہو تو پھر نماز باطل نہیں ہوگی''۔ (واضح رہے کہ اس آخری بات پر امام ترمذی نے بھی سکوت فرمایا ہے۔ ناقل)

۳۶۔ جیسا کہ حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ سے دریافت کیا: "**أتصلی المرأة فی درع وخمار لیس علیھا ازار؟ قال: اذا کان الدرع سابغا یغطی ظھور قدمیھا**" (ابوداؤد: **کتاب الصلاة، باب فی کم تصلی المرأة**، رقم (۶۳۶)۔ (کیا عورت ازار بند کے بغیر صرف اوپر والی چادر اور اوڑھنی میں نماز ادا کرسکتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں! بشرطیکہ چادر اتنی بڑی ہو جو قدموں کو ڈھانپ رہی ہو)۔ اس روایت کی صحت میں اہل علم کا شروع سے اختلاف رہا ہے جو اسے صحیح قرار دیتے ہیں وہ نماز میں عورت کے لئے قدم ڈھانپنے کو بھی ضروری قرار دیتے ہیں اور جو اسے ضعیف قرار دیتے ہیں، وہ قدم چھپانے کو ضروری قرار نہیں دیتے۔ مذکورہ بالا حوالہ (نمبر ۳۶) میں امام ترمذی کے اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام شافعی کے دور میں بھی یہ اختلاف رائے موجود تھا اور انہوں نے

پاؤں ڈھانپنے کو غیرضروری قرار دینے والوں کی رائے نقل کر کے اس پر اختلاف کا اظہار نہیں کیا اور نہ ہی امام ترمذی نے اس پر کوئی کلام کیا ہے جس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے پاؤں کا بیرونی حصہ اگر نماز میں ننگا ہو تو نماز تو ہو جائے گی مگر بہتر یہی ہے کہ وہ اِسے ڈھانپ کر نماز ادا کرے۔ اسی لئے ہم نے مضمون کے متن میں اسے ''چھپانے کی کوشش کرنی چاہئے'' سے ذکر کیا ہے۔

۳۷۔ **الموسوعة الفقهية، بذيل مادہ 'شعر' وزارت اوقاف، کویت۔**

۳۸۔ **مسلم: کتاب الحيض، باب القدر المستحب من الماء فی غسل الجنابة--- رقم (۳۲۰)**

۳۹۔ ابن باز، شیخ، عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز، فتوی مطبوعہ در کتاب ''فتاوی برائے خواتین'' (اُردو) ص ۲۷۱، ۲۷۲، مرتب: محمد بن عبدالعزیز المسند، مکتبہ دارالسلام، لاہور۔

۴۰۔ دیکھئے: 'جدید فقہی مباحث' مرتب قاسمی، مجاہد الاسلام قاسمی، ج۱، ص ۲۰۴، ۲۰۵، مقالہ نگار، رحمانی، خالد سیف اللہ رحمانی، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی۔

۴۱۔ ایضاً: ص ۲۰۳ تا ۲۱۷، ج۱۔